JIHĀT-UL-ISLĀM
Vol: 16, Issue: 02, January – Jun 2023

OPEN ACCESS
JIHĀT-UL-ISLĀM
pISSN: 1998-4472
eISSN: 2521-425X
www.jihat-ul-islam.com.pk

امامت کے متعلق سنی وشیعہ مفسرین کے افکار کا تجزیاتی مطالعہ

An Analytical study of the Thouhts of Sunni and Shia commentators of Imamate

Ehtasham ul Haq*
PhD, Scholar Dept. of Quran & Tafseer AIOU Islamabad

Prof Dr, Mohyuddin Hashmi**
Dean Faculty of Arabic and Islamic Study AIOU Islamabad

Abstract

A common problem in theological debates is Imamate, on the basis of which there is a great difference between the Sunnis and the Shiites. It cannot be complete without the commentators believing in it. Among the Shiites, it is the most common after Prophethood. Imamate has this belief, which is what separates the Shiites from the rest of the Islamic religions. It is considered to be their basis and foundation, just like the belief of monotheism and prophethood, which are obligatory on the common Muslims among the Sunnis, while the Shiites the issue of determining the Imamate is obligatory on Allah Almighty. The Imamate of the Sunnah is not cancelled, but according to the Shariah, Muslims entrust it to a good and righteous person, while among the Shiites, the Imamate is prescribed

Keywords *Imamate, theological debates, Islamic perspective*

تمہید

کلامی مباحث میں ایک اہم مسئلہ ”امامت“ بھی ہے، جس کی بنیاد پر اہل سنت اور اہل تشیع کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے۔ شیعہ مفسرین کے ہاں اس عقیدے پر ایمان لائے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوتا۔اہل تشیع کے ہاں نبوت کے بعد سب سے زیادہ اہمیت عقیدہ امامت کو حاصل ہے۔ یہی وہ عقیدہ ہے جو اہل تشیع کو باقی مذاہب اسلامیہ سے جدا کرتا ہے۔ ان کے ہاں اس عقیدے کو ہی اساس اور بنیاد سمجھا جاتا ہے، جس طرح عقیدہ توحید اور رسالت کو۔ [1]

CC BY

امامت کا لغوی مفہوم

لفظ اِمام مفرد ہے اور اس کی جمع ائمہ آتی ہے۔ امام اور اَمام کا مادہ ایک ہی ہے۔ جس کا مطلب ہے "آگے کی جانب چلنے والا"۔ وہ شخص جو آگے ہو اور کچھ لوگ اس کے پیچھے۔ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں: **وأم القوم وأم بهم: تقدمهم، وهي الإمامة**(2)۔ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں تم کو لوگوں کا امام اور پیشوا بنانے والا ہوں)

امام اور امامت ، پیشوا اور پیشوائی کے لیے استعمال ہونے والے الفاظ ہیں ۔"امامت" قوم کی قیادت و سیادت کو کہاجاتا ہے۔اہل تشیع کے ہاں یہ منصب نبوت کے بعد بڑا منصب تصور کیاجاتا ہے ، جس پر اللہ تعالیٰ اپنے منتخب بندوں کو فائز کرتا ہے۔ لفظ "امام" مصدر ہے، اس فرد کو کہاجاتا ہے، جس کی اقتداء اور پیروی کی جائے۔ اسی وجہ سے نماز پڑھانے والے کو بھی امام کہا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے : ﴿**قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا**﴾(3)۔ (فرمایا کہ میں تمہیں لوگوں کا امام بنادوں گا)۔

راغب اصفہانی نے لکھاہے :

الامام هوالموتم به انسانا كا ن يقتدي بقوله وفعله (4)۔

(امام وہ جس کی کوئی پیروی کرے، پیروی گفتار کی ہو یا کردار کی)۔

قرآن مجید میں لفظ امام کا استعمال 12 مرتبہ آیا ہے۔ اہل تشیع کے ہاں امامت کے اثبات میں حسب ذیل آیت پیش کی جاتی ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

﴿ **يَوْمَ نَدْعُو كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ**﴾(5)۔

(جس دن ہم ہر جماعت کو اس کے پیشوا سمیت بلائیں گے)۔

امامت کا اصطلاحی مفہوم

اصطلاح میں "امام" اس فرد کو کہاجاتا ہے جو دینی اور دنیاوی امور میں مسلمانوں کا رہبر ہو۔ امام پیغمبر کا جانشین ہوتا ہے۔ امامت سے مراد وہ سرداری ہے ، جو دینی اور دنیاوی امور میں کسی شخص کو حاصل ہوتی ہے ۔ امامت کے اعلیٰ مرتبے پر انبیاء فائز ہوتے ہیں، پھر خلفاء راشدین، پھر علماء ، اور عادل ججوں کا نمبر آتا ہے اور ان کا جن کی پیروی خدا نے لازم کردی ہے [6]۔

امامت کے متعلق اہل تشیع کا نکتہ نظر

شیعہ امامیہ کے عقیدے کے مطابق امام کا تعین بھی خدا ہی کرتا ہے۔ لوگوں سے اس کی شناسائی کرائی جاتی ہے اور جب تک دنیا باقی ہے ، اس کا باقی رہنا بھی واجب ہے۔ اہل تشیع کے ہاں امامت ایک خالص منصب ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنے مخصوص بندوں کو عطا کرتا ہے ۔ اصل الشیعہ واصولھا میں شیخ محمد الحسن کاشف الغطاء لکھتے ہیں : امام ایک خدائی منصب ہے ، ائمہ کو اللہ تعالیٰ انبیاء کی طرح منتخب کرتا ہے اللہ تعالیٰ انبیاء کو حکم دیتا ہے کہ وہ اپنے پیروکاروں کو ائمہ کی اتباع کا حکم دیں۔ امت کے

افراد اپنی جانب سے امام کو چن نہیں سکتے کیونکہ آپ کا رب جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے منتخب کرتا ہے۔ البتہ امام اور نبی میں فرق ہے، کہ نبی پر وحی آتی ہے اور امام نبی سے احکامات الٰہیہ لیکر تبلیغ کرتا ہے۔ پس نبی اللہ تعالیٰ کا مبلغ اور امام نبی کا مبلغ ہوتا ہے۔یہی شیعہ امامیہ کا عقیدہ ہے) ([7])

1۔امامت کا منصب الٰہی ہونا

اہل تشیع کے ہاں امت کی راہنمائی کے لیے اللہ تعالیٰ پر واجب ہے کہ وہ امام کا تعین کرے۔اللہ تعالیٰ نے قیامت تک بارہ امام متعین کیے ہیں۔ جن میں گیارہ کا انتقال ہو چکا ہے۔ پہلے امام حضرت علی تھے اور آخری امام غائب ہیں جنہیں امام منتظر اور امام مہدی قرار دیے گئے ہیں۔ جو اہل تشیع کے عقیدے کے مطابق "سر من رای" میں موجود ہیں۔ مرتبہ امامت ان کے ہاں نبوت ورسالت کے برابر ہے۔ تاہم فرق یہ ہے کہ نبی پر وحی آتی ہے اور امام نبی سے وحی یا شریعت لے کر لوگوں پر نافذ کرتا ہے۔ معروف شیعہ عالم محمد حسین آل کاشف الغطاء عقیدہ امامت کے متعلق لکھتے ہیں:

> "امامیہ فرقے کے نزدیک امامت وہ الٰہی منصب ہے جو نبوت کی طرح پروردگار عالم کی جانب سے ہدایت خلق کے لیے عطا ہوتا ہے، ان کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو حکم دیا تھا کہ وہ علی بن ابی طالب کو اپنا جانشین مقرر کرے تا کہ ختم نبوت کے بعد کار تبلیغ جاری رہے"[8]۔

2۔امام کا معصوم عن الخطاء ہونا

امامت کی شرائط میں سے ہے کہ امام گناہ سے پاک ہو، وہ کسی قسم کے چھوٹے بڑے گناہ کا مرتکب نہ ہو۔کیونکہ وہ زمین پر اللہ تعالیٰ کے نبی کا جانشین، احکام شرعی، معارف دین کی تفسیر اور امت کے لیے ایک مرجع کی حیثیت رکھتا ہے اس وجہ سے ضروری ہے کہ وہ ہر قسم کے گناہ سے مبرا ہو تا کہ لوگ اسکی بات پر اعتماد کر سکیں۔اگر امام گناہوں سے پاک نہ ہو، تو لوگوں کے درمیان سے اسکا اعتماد اٹھ جائے گا۔اصول الشریعہ فی عقائد الشیعہ میں محمد حسین نجفی لکھتے ہیں:

> امامت ریاست عامہ ہے، امام کے لیے اعلم، اشجع، احرص علی العمل، اورع، اتقی، معصوم سہوم ونسیان سے، بلکہ تمام خلقی اور خلقی عیوب سے محفوظ اور منصوص من اللہ والرسول غرضیکہ تمام صفات جلیلہ میں افضل اور اکمل ہونا شرط ہے ([9])۔

امام، پیغمبر کی طرح، تمام برائیوں اور بے حیائیوں سے پاک ہونا چاہیے، خواہ ظاہر ہو یا پوشیدہ، بچپن سے موت تک، دانستہ یا نادانستہ۔عصمت ائمہ کو بیان کرتے ہوئے بابویہ قمی لکھتے ہیں:

> "جس طرح عصمت انبیاء کے متعلق براہین موجود ہیں بعینہ حرف بحرف ائمہ معصومین کی عصمت کے متعلق جاری وساری ہو سکتے ہیں لہٰذا ان کی عصمت کے بارے میں علیحدہ دلائل قائم کرنے کی ضرورت نہیں" ([10])

اہل تشیع نے ائمہ کی عصمت پر قرآن مجید سے بھی استدلال کیا ہے۔ارشاد خداوندی ہے :

﴿وَإِذِ ابْتَلَى إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ﴾([11]**)۔**

(جب اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ کو مختلف چیزوں سے آزمایا اور وہ آزمائش میں سرخرو ہو کر نکلے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے تمہیں لوگوں کا امام بنایا ہے۔ عرض کیا کہ میری نسل میں سے امام بنائیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ منصب ہرگز ظالموں کو حاصل نہیں ہو سکتا)۔

اس آیت کے ضمن میں حسین طباطبائی لکھتے ہیں: ’’اس آیت میں لفظ ظلم مطلق استعمال ہوا ہے۔پس کوئی شرک، معصیت جو بھی کسی فرد سے صادر ہو، چاہے اس کے بعد وہ توبہ بھی کرلے، اس ظلم میں داخل ہے اور ایسے جرم کے صدور کے بعد منصب امامت نہیں مل سکتا‘‘ ([12])۔

مفسر طباطبائی نے عقلی طور پر عصمت کی چار قسمیں ذکر کی ہیں۔

1۔ کبھی ظلم نہیں کیا
2۔ ساری عمر ظلم کیا
3۔ اول عمر میں ظلم کا صدور ہو، نہ کہ آخر میں
4۔ صرف آخر عمر میں ظلم کا صدور ہو۔

"حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے مقام، مرتبے اور دین کے لیے دی جانے والی قربانیوں کے باعث پہلی قسم میں داخل ہیں۔ اگر کسی شخص نے ساری عمر ظلم کیا تو وہ امامت کا مستحق نہیں ہوگا" ([13])۔

اہل تشیع کا ایک فرقہ زیدیہ ہے، جو امام کو معصوم عن الخطا بھی نہیں مانتے اور منصوص من اللہ بھی تسلیم نہیں کرتے۔ان کے حوالے سے امامیہ شیعوں کا نقطہ نظر یہ کہ ایسے بہت سارے فرقے اہل تشیع کے نام سے صرف موسوم ہیں، ورنہ حقیقت میں ان کا اہل تشیع سے کوئی تعلق نہیں۔ لیکن موجودہ دور میں شیعہ کا نام امامیہ فرقے سے مختص ہے، جو اہل سنت کے بعد عالم اسلام کا سب سے بڑا فقہی مکتب ہے، جسے فقہ جعفریہ کہا جاتا ہے[14]۔

اس آیت سے بعض شیعہ نے استدلال کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ابراہیم کو نبوت مل چکی تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان سے امامت کا وعدہ کیا ہے۔ ابراہیم نے جب اولاد کے لیے امامت کا مطالبہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ غیر ظالم کو ملے گا۔ غیر ظالم شیعہ کے ہاں وہ ہوتا ہے، جس نے کبھی گناہ نہ کیا ہو۔ اسی کو معصوم کہا جاتا ہے۔ شیعہ کے ہاں اس آیت سے خلفائے ثلاثہ کی خلافت کا ابطال ہوتا ہے کہ وہ پہلے ظالم تھے۔ قبل از اسلام بت پرستی کی تھی۔ اس وجہ سے وہ امامت کے حقدار نہیں۔

3۔امامت اصول دین میں سے ہے

شیعہ کے ہاں امامت پر یقین رکھنا اصول دین میں سے ہے ، اگر کوئی شخص اس پر ایمان نہیں رکھتا ہو گا تو اس کا دین معتبر نہیں سمجھا جائے گا۔ انسان ان تمام تکوینی اور تشریعی وسائل کے باوجود غلطی کھا جائے اس لیے ان تمام راستوں سے بچنے کے لیے امام معصوم کا وجود ضروری ہے۔ علامہ رضا المظفر لکھتے ہیں : "ہمارا عقیدہ ہے کہ امامت اصول دین میں سے ایک اصل ہے اور اس کو مانے بغیر مسلمان کا ایمان پورا نہیں ہوتا اور اسکے بارے میں باپ داداوں ، رشتہ داروں ، مربیوں کی تقلید جائز نہیں چاہے وہ کتنا ہی بلند مقام اور مرتبہ رکھتے ہوں " ([15])۔

امامت وہ امتیازی مسئلہ ہے ، جس کی بناء پر شیعہ فرقہ دیگر فرقوں سے جدا نظر آتا ہے۔ یہ وہ اساسی فرق ہے جو اس مکتب کو دیگر مکاتیب سے علیحدہ کرتا ہے۔ اس کے علاوہ جو اختلافات ہیں ان کی حیثیت اصولی نہیں ،فروعی ہے ۔ حضور ﷺ کو معلوم تھا کہ یہ عہدہ لوگوں کو کھٹکے گا۔ اکثر اسے بھائی کی چاہت اور داماد نوازی پر محمول کریں گے۔ یہ کھلی حقیقت ہے کہ اس زمانے سے لے کر آج تک مسلمان رسول اللہ ﷺ کی واقعی بے لوثی اور حقیقی عصمت کے معاملے میں متحد الایمان نظر نہیں آتے لیکن قدرت نے اس کی بھی پرواہ نہیں کی بلکہ صاف لفظوں میں فرمایا[16]:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلرَّسُولُ بَلِّغۡ مَآ أُنزِلَ إِلَيۡكَ مِن رَّبِّكَۖ وَإِن لَّمۡ تَفۡعَلۡ فَمَا بَلَّغۡتَ رِسَالَتَهُۥ ﴾ [17]

اے رسول تمہیں جو حکم دیا گیا ہے ، اس کا فوراً اعلان کر دو، اگر کام کی انجام دہی میں زرہ تساہل برتا تو سمجھیں آپ نے کار رسالت انجام ہی نہیں دیا۔

یہ آیت اہل تشیع کے ہاں غدیر خم پر نازل ہوئی ، جہاں اللہ کے رسول نے حضرت علی کی ولایت کا اعلان کیا۔ غدیر خم پر عبدالحسین امینی نے "**الغدیر**" انسائیکلوپیڈیائی تصنیف کی ہے ، جو 13 مجلدات پر مشتمل ہے۔ اس آیت سے اہل تشیع کے مجتہدین استدلال کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول نے حضرت علی کی امامت کا اعلان کیا۔ پھر اللہ کے رسول کی وفات ہو گئی۔ ختم المرسلین کی آنکھ بند ہوتے ہی بعض دیدہ دلیر مسلمان بھی اس پر پردے ڈالنے لگے۔ نص صریح کی تاویل کی گئی اور اپنے اجتہاد سے احکام میں تغیر و تبدل کرنے لگے۔ نتیجہ جو ہوا، ظاہر ہے۔ بہر حال ، حضرت علی کا گروہ جو بڑے اصحاب پر مشتمل تھا، اس خود ساختہ روش سے علیحدہ رہا۔ ان کی جماعت کے ہر فرد نے بیعت کا انکار کیا۔ امیر المومنین علی بھی مصالح دنیاوی کے پیش نظر ایک عرصہ تک خاموش رہے ۔ مگر جب امیر معاویہ نے اسلامی حکومت اور اقتدار کو زیر نگیں کرنا چاہا تو اس ضمن میں مختلف تخریبی کاروائیاں شروع کر دیں تو علی علیہ السلام معارض ہوگئے۔ کیونکہ معاویہ جیسے شخص کی موافقت اور اس کے غلط طرز حکمرانی کو طرح دینا اسلامی مفاد کے لیے زہر ہلاہل تھا اور دین الہی کی حفاظت علی کا سب سے بڑا فرض[18]۔

اہل تشیع کے ہاں عقیدہ امامت کو اہمیت حاصل ہے۔ ان کے ہاں امام کا تقرر عوامی ہدایت کے لیے ضروری ہے۔ وہ اس کے قائل ہیں کہ ہر دور میں کسی نا کسی امام کا ہونا ناگزیر ہے ، جس سے عوام کو راہنمائی اور ہدایت ملتی رہی۔ شیعہ مکتبہ فکر میں امامت کی ابتداء حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہوتی ہے۔

جن کے متعلق اللہ کے نبی کا ارشاد ہے :

اللهم عاد من عاداه، ووالِ مَنْ والاه[19]

اے اللہ تو دشمنی کر اس سے جو علی سے دشمنی کرے اور جو اسے دوست رکھتا ہے، آپ بھی اسے دوست بنا۔

علامہ جعفر سبحانی کے بقول بھی عقیدہ امامت اہل تشیع کے مرکزی عقائد میں سے ہے۔ لکھتے ہیں :

"جو لوگ پیغمبر اکرم کی رحلت کے بعد اسلامی معاشرے کی رہبری اور قیادت کو حضرت علی اور ان کی معصوم اولاد کا حق جانتے ہیں، صحابہ کی وہ جماعت جنہوں نے حضور ﷺ کی زبان سے حضرت علی کی خلافت کی بات سنی تھی، آپ کی وفات کے بعد اس اصل پر باقی رہے، تاریخ میں شیعان علی کہلاتے ہیں۔ حقیقت میں شیعہ کی تاریخ اسلام کی تاریخ ہے اور اسلام سے الگ اس کا کوئی ماضی نہیں"[20]

اہل تشیع کے ہاں امام کا معصوم عن الخطا ہونا ضروری ہے۔ آیت اللہ ناصر مکارم شیرازی امام کے معصوم ہونے اور امام کے تقرر کے متعلق لکھتے ہیں :

"دوسرا گروہ کہتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے جانشین کے لیے ضروری ہے کہ وہ معصوم عن الخطا ہو۔ نیز وہ ایسا غیر معمولی علم رکھتا ہو، جو مشکل میں راہنمائی کر سکے۔ اسلام کے آفاقی اصولوں کا پاسبان ہو۔ اس گروہ کا کہنا ہے کہ خدا کی طرف سے ایسے لوگوں کا انتخاب صرف رسول اللہ ﷺ کر سکتے ہیں۔ اسی لیے انھوں نے حضرت علی کو جانشین بنایا تھا"۔[21]

4۔ امام کا تعین صرف خدا کرتا ہے

اہل تشیع کے ہاں امامت کو وہبی منصب سمجھا جاتا ہے۔ شیخ کاشف الغطاء کے مطابق امامت منصب الٰہی ہے، جس طرح نبوت منصب الٰہی اور عطا الٰہی سے ملتی ہے۔ جیسا کہ فرمان خداوندی ہے :

﴿وَرَبُّكَ يَخۡلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخۡتَارُۗ مَا كَانَ لَهُمُ ٱلۡخِيَرَةُۚ سُبۡحَٰنَ ٱللَّهِ وَتَعَٰلَىٰ عَمَّا يُشۡرِكُونَ﴾[22]

"آپ کا پروردگار جسے چاہتا ہے، خلق کرتا ہے اور منتخب کرتا ہے۔ انھیں انتخاب کا کوئی حق نہیں ہے"

جس طرح اللہ تعالیٰ بندوں میں جسے چاہتا ہے، نبی اور رسول بناتا ہے، اسی طرح امامت کے معاملے میں بھی کسی کو کوئی اختیار نہیں۔ خود اللہ تعالیٰ نبی کو حکم دیتا ہے کہ فلاں شخص کو منتخب کریں اور امامت کا اعلان کریں۔ نبی اور امام میں فرق صرف یہ ہے کہ نبی پر وحی نازل ہوتی ہے اور امام خصوصی توفیق کے ساتھ رسول سے احکام حاصل کرتا ہے۔ پس رسول کا پیغام رساں اور امام رسول کا پیغمبر ہے۔[23]

5۔امام کی رائے سے اختلاف حرام ہے

اہل تشیع کے ہاں امامت کا منصب خدائی ہے، پس یہ منصب امت کے اہل افراد کے سپرد کیا جاتا ہے، امت کے لوگوں پر امام کی اتباع فرض اور ضروری ہوتی ہے۔ کسی فرد کو یہ حق حاصل نہیں ہو گا کہ امام کا تعین کرئے یا منصوص امام کے حکم سے انحراف کریں۔ شیخ محمد رضا المظفر اس کے متعلق لکھتے ہیں:

> لوگوں کو یہ اختیار نہیں ہے کہ خدا کس کو عام لوگوں کے لیے رہنما مقرر کرتا ہے، اور انہیں یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ اسے مقرر کریں، نامزد کریں یا منتخب کریں، کیونکہ وہ شخص جو اپنے مقدس نفس کی طرف سے اس کو برداشت کرنے کی آمادگی رکھتا ہے۔ امامت اور تمام بنی نوع انسان کی رہنمائی کے بوجھ کو خدا کی تعریف کے علاوہ معلوم نہیں ہونا چاہئے اور وہ صرف اس کے تقرر سے مقرر کیا جاتا ہے([24])۔

آئمہ کے انتخاب کا طریقہ (اثنا عشریہ و امامیہ)

اہل تشیع کے ہاں امام کے انتخاب کا طریقہ یہ ہے ہر پہلے والا امام اپنے بعد امام کو نامزد کر کے دنیا سے جاتا ہے۔ جب تک بعد والے امام کا انتخاب نہ کر دیا جائے، اس وقت تک پہلے امام پر موت واقع نہیں ہوتی۔ مفسر عیاشی نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا:

> **هكذا روت الشيعة في كتبها نصوصا عن الرسول صلي الله عليه وسلم ينص فيها علي امامة كل امام ([25])۔**
>
> اسی طرح شیعوں نے اپنی کتابوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے، جس میں آپ نے ہر امام کی امامت کا حکم دیا ہے

اہل تشیع کے ہاں ائمہ کے اوصاف

اہل تشیع کے ہاں جن بارہ ائمہ کو منصب امامت تفویض کیا جاتا ہے، وہ عام انسان کے مقابلے میں عالی صفات سے متصف ہوتے ہیں۔ چند اہم صفات درج ذیل ہیں۔

1. امام کی عصمت
2. علم لدنی/علم الغیب
3. معجزات الائمۃ

امامت مثل نبوت کے ہے۔ بشریت کی ہدایت کے لیے ہر زمانہ میں امام ہادی کا ہونا ضروری ہے تاکہ وہ زمین میں عدل قائم کرئے۔ دشمنی اور ظلم کا خاتمہ کرئے۔ ارشادات خداوندی کو اللہ تعالیٰ کی زمین میں نافذ کرئے۔

قرآن مجید کی آیت کے مطابق

﴿إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَإِنْ مِنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ﴾(26)

(ہم نے ہی آپ کو حق دے کر خوشخبری سنانے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے اور کوئی امت ایسی نہیں ہوئی جس میں کوئی ڈر سنانے والا نہ گزرا ہو)۔

بقول شیعہ زمین کبھی امام سے خالی نہیں ہوتی۔ زمین میں ایک حجت اور ڈرانے والا ہمیشہ موجود ہوتا ہے اور وہ امام زمانہ ہے ([27])۔ مولانا افتخار نجفی کے مطابق اثناء عشریہ امام حسین کی اولاد سے ہی نو شخصیات کے منصوص من اللہ ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ جبکہ زیدی شیعہ امام حسین کے بعد کسی کے منصوص من اللہ ہونے کا اعتقاد نہیں رکھتے۔ البتہ حضور ﷺ کے ساتھ حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حسین کو معصوم مانتے ہیں[28]۔

عبداللہ شبر شیعی نے امام کے منصوص ہونے کا ذکر اس طرح کیا:

"والذی علیه الفرقة المحققة و الطائفة الحقة انه یجب علی الله تعالیٰ نصب الامام فی کل زمان "[29]

"اس ذات کی قسم جس پر تصدیق شدہ فرقہ اور سچا فرقہ ہے، یہ خدا پر واجب ہے کہ وہ ہر وقت امام کو مقرر کرے۔"

مزید لکھتے ہیں کہ جس طرح مخلوق نبی کو تعین نہیں کر سکتی، اسی طرح امام کا تعین بھی نہیں کر سکتی۔ ان کے ہاں امامت جس طرح عطائی منصب ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے دینے سے ملتا ہے۔ اسی طرح امامت بھی منصوص منصب ہے۔ پس امام کے تقرر میں عامۃ الناس کو کوئی اختیار نہ ہو گا۔

6۔ تفسیر قرآن صرف ائمہ کا حق ہے

ائمہ کے کلام کی عصمت اور مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے کلام کے ہے۔ ان کو تشریح کا حق انہی کو شریعت اسلامیہ میں دیا گیا ہے۔ شیخ محمد رضا المظفر لکھتے ہیں:

بل یعتقدون ان امرهم امر الله تعالي ونهيهم نهيه وطاعتهم طاعته ومعصيتهم معصيته ووليهم وليه وعدوهم عدوه ولا يجوز الرد عليهم والرد عليهم كاالرد علي الرسول والرد علي الرسول كاالرد علي الله تعاليی "([30])۔

(بلکہ وہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ان کا حکم اللہ کا حکم ہوتا ہے، ان کی نہی اللہ تعالیٰ کی نہی ہوتی ہے، ان کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور ان کی معصیت اللہ کی معصیت ہوتی ہے، ان کے دوست اللہ کے دوست اور ان کے دشمن اللہ کے دشمن ہوتے ہیں، ان پر رد کرنا جائز نہیں، ان کے حکم کو ٹھکرانا رسول کے حکم کو ٹھکرانا ہوتا ہے اور رسول کے حکم کو ٹھکرانا اللہ کے حکم کو ٹھکرانا ہوتا ہے)۔

علامہ خمینی لکھتے ہیں:

ان تعليم الائمة كتعليم القرآن ، لا تخص جيلا خاصا ، انما هي تعليم للجميع في كل عصر ومصروالي يوم القيامة يجب تنفيذها واتباعها ([31])۔

(ائمہ کی تعلیمات قرآن مجید کی تعلیمات کی طرح ہیں، جس میں کسی قبیلے کو خاص نہیں کیا جاتا، یہ تعلیم ہر زمانے اور علاقے کے افراد کے لیے قیامت تک سب کے لیے یکساں ہے، پس اس کو لاگو کرنا اور اس کی پیروی کرنا واجب ہے)۔

ائمہ اہل بیت کی شان اور ان کے تفسیر قرآن کے اختیارات کو بیان کرتے ہوئے مفسر عیاشی ابو عبداللہ علیہ السلام سے روایت نقل کرتے ہیں: ﴿ **اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ** ﴾ ([32])اس آیت سے مراد حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالبؓ ہیں ([33])۔

سورۃ الکھف میں ہے:

﴿**فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا**﴾([34])۔

(اسے چاہیے کہ نیک اعمال کرے اور اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے)۔

مفسر عیاشی اس آیت کے متعلق لکھتے ہیں:

ابو عبداللہ علیہ السلام سے پوچھا گیا: تو آپ نے فرمایا: عمل صالح سے مراد ائمہ کی معرفت ہے [35]اور لا یشرک الخ سے مراد حضرت علی علیہ السلام کی خلافت کو تسلیم کرنا اور ان کی خلافت میں کسی اور کو شریک نہ ٹھہرانا ہے([36])۔

شیعہ عالم احمد حسین یعقوب لکھتے ہیں: **كل الذين وقفوا مع علی و والوه ،فهم صحابة عدول**[37]وہ تمام لوگ جو علی اور ان کے خاندان کے ساتھ کھڑے تھے صرف ساتھی ہیں۔اسی لیے معروف شیعہ محدث جعفر سبحانی کے مطابق وہ صحابہ جو حضرت علی کے ساتھ رہے، ان کی تعداد اڑھائی سو ہے۔

بارہ ائمہ کے متعلق اہل تشیع کا عقیدہ

اہل تشیع کے ہاں بارہ اماموں کا تصور موجودہ زمانے کا نہیں بلکہ حضور ﷺ کے زمانے سے ہے، جس میں آپ نے فرمایا تھا کہ میرے بعد میرے جانشین بارہ ہوں گے۔ دین اس وقت تک برحق رہے گا، جب تک میرے بارے نائبین رہیں گے۔ اس حوالے سے اہل تشیع اور اہل سنت کی حدیث کی کتاب بخاری سے نقل کرتے ہیں:

جَابِرُ بْنُ سَمُرَةَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: يَكُونُ اثْنَا عَشَرَ أَمِيرًا فَقَالَ كَلِمَةً لَمْ أَسْمَعْهَا فَقَالَ أَبِي: إِنَّهُ قَالَ: كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ[38]

جابر بن سمرہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے پیغمبر خدا کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ میرے بعد بارہ حاکم ہوں گے۔ اس کے بعد آپ نے کوئی فقرہ کہا، جس کو میں نہ سن سکا۔ تو میں نے باپ سے دریافت کیا تو انھوں نے بتایا کہ سب کے سب قریش سے ہوں گے۔

اہل سنت کے معروف مفسر علامہ شبیر احمد عثمانیؒ سورۃ المائدہ کی آیت بارہ کے ذیل میں لکھتے ہیں:

﴿لَقَدۡ أَخَذَ ٱللَّهُ مِيثَٰقَ بَنِيٓ إِسۡرَٰٓءِيلَ وَبَعَثۡنَا مِنۡهُمُ ٱثۡنَيۡ عَشَرَ نَقِيبٗا﴾ [39]

اور ہم بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے وعدہ لیا اور ان میں بارہ نقیب مبعوث کیے۔

علامہ عثمانی لکھتے ہیں: جابر بن سمرہ کی روایت میں اس امت کے بارہ خلفاء کی پیش گوئی فرمائی ہے۔ ان کا عدد بھی نقبائے بنی اسرائیل کے عدد کے موافق ہے۔ مفسرین نے تورات سے نقل کیا ہے کہ حضرت اسماعیل سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں تیری زریت سے بارہ سردار پیدا کروں گا۔ جن کا ذکر جابر کی روایت میں گزر چکا ہے [40]۔

بارہ ائمہ اقوال کے اقوال بھی ان کے ہاں شریعت کے مستقل منابع اور مصداق ہیں۔ معروف شیعہ عالم رضا المظفر لکھتے ہیں:

> " شیعہ کے ہاں ائمہ معصومین کے اقوال حضرت محمد ﷺ کے اقوال کی طرح واجب الاتباع ہیں۔ اس لیے فقہائے امامیہ نے سنت کی اصطلاح میں توسع سے کام لیتے ہوئے ائمہ کے اقوال کو بھی سنت میں شمار کیا ہے "۔ [41]

معروف شیعہ عالم حیدر حب اللہ لکھتے ہیں: "علم حدیث اور علم درایت اور علوم دینیہ میں لفظ سنت سے مراد آپ ﷺ، معصوم یا قول، فعل اور تقریر ہے "۔ [42]

امام مہدی کے متعلق اہل تشیع کا نکتہ نظر

اہل تشیع کے ہاں بارہواں امام محمد المہدی ہے، جن کی ولادت 255ھ میں ہوئی، تاہم وہ کچھ وجوہات کی بناء پر پردہ خفا میں چلے گئے۔ علامہ جعفر سبحانی نے اس پر اپنے نقطہ نظر کا اظہار کرتے ہوئے لکھا: "چونکہ شیعہ معتقد ہیں کہ امام مہدی 255ھ میں پیدا ہوئے اور اس وقت تک زندہ ہیں۔ مزید لکھا ہے کہ امام زمان بھی حضرت موسیٰ کے ساتھ حضرت خضر کی طرح ہیں، انھیں بھی کوئی نہیں پہچانتا لیکن پھر بھی وہ امت کے لیے فائدہ مند ہیں۔ اس صورت میں امام کی غیبوبت امت سے دوری کے معنی میں نہیں ہے۔ بلکہ روایات میں ذکر ہے کہ وہ ابر کے پیچھے پنہاں آفتاب کی طرح ہیں، جو دکھائی نہیں دیتے لیکن گرمی پہنچاتے ہیں" [43]

امامت کے متعلق اہل سنت مفسرین کا نکتہ نظر

اہل سنت کے ہاں اہل تشیع کا امام کے متعلق منصوص من اللہ کا دعویٰ شرک فی النبوت ہے۔ اس بنیاد پر اہل سنت اور اہل تشیع کے مابین شروع سے ہی امامت کا مسئلہ مختلف فیہ رہا ہے۔ اہل سنت کے ہاں امامت کو اصول دین کے بجائے فروعی مسئلہ سمجھا جاتا ہے۔ سنی علماء کے مطابق نبی کے بعد کسی کو منصوص نہیں مانا جاسکتا اور نہ ہی یہ دعویٰ کیا جاسکتا ہے کہ وہ کسی نبی کا

منصوص نمائندہ ہے۔ مولانا کاندھلویؒ نے بھی اہل سنت کے موقف کی تائید کی ہے۔ ان کے ہاں امام کے لیے معصوم ہونا ضروری نہیں، تقویٰ اور عدالت شرط ہے۔ یہ جاننا چاہیے کہ ظلم کے مقابلے میں عدالت اور تقویٰ ہے، نہ کہ عصمت۔ بمعنیٰ عدم الخطا فی الفہم۔ فرقہ امامیہ کا عصمت ائمہ پر استدلال کرنا درست نہیں[44]۔

اہل سنت کے ہاں امام کا مفہوم

امام کے معنیٰ میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ کہ قیامت میں جس "امام" سے پکارا جائے گا، وہ کون ہے۔ طبری نے مجاہد سے نقل کیا: عن مجاهد (يَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ) قال: نبيهم[45] مجاہد سے مروی ہے کہ: اس دن سب لوگوں کو ان کے اماموں کے ساتھ پکارا جائے گا۔ فرمایا: نبیوں کے ساتھ۔

علامہ عبدالماجد دریاآبادیؒ لکھتے ہیں:

> "امام کی تشریح عام طور پر نامہ اعمال سے کی گئی ہے۔ قرآن مجید میں امام ایک اور جگہ لوح محفوظ میں آیا ہے"۔[46]

> **عن ابن عباس، في قوله (يَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ) قال: الإمام: ما عمل وأملى، فكتب عليه، فمن بعث متقيا لله جَعَل كتابه بيمينه، فقرأه واستبشر، ولم يظلم فتيلا وهو مثل قوله (وَإِنَّهُمَا لَبِإِمَامٍ مُبِينٍ) والإمام: ما أملى وعمل۔ قال الحسن: بكتابهم الذي فيه أعمالهم**[47]
>
> ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ان کے اس قول (جس دن ہم ہر امت کو ان کے امام کے لیے بلائیں گے) میں فرمایا: امام: اس نے جو کچھ کیا اور حکم دیا تو اس پر لکھا گیا، پس جس کو بھیجا گیا اللہ سے ڈرنے کے لیے۔ اس نے اپنی کتاب کو اپنے دائیں ہاتھ سے بنایا، تو اس نے اسے پڑھا اور خوشی منائی، اور اس کسی پر زرہ بھی ظلم نہیں کیا، اور یہ اس کے قول کی طرح ہے (اور وہ ایسے امام کے لیے ہیں جو امید نہیں رکھتا ہے) حسن نے کہا: ان کی کتاب کے ساتھ جس میں ان کے اعمال لکھے ہوئے ہیں۔

1۔ امام کا معصوم ہونا ضروری نہیں

اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی ہدایت کے لیے رسول مبعوث فرمائے۔ آپ کی وفات کے بعد شریعت کے اجتماعی نفاذ کے لیے ضروری تھا کہ عامۃ المسلمین میں کسی اہل اور باصلاحیت فرد کو سربراہ مقرر کیا جاے۔ وہ اجتماعی طور پر احکام شرع کو نافذ کرے۔ اس فرد منتخب کو امیر المومنین کہا جاتا ہے۔ یہی امام بھی کہلاتا ہے۔ اس کے منصب اقتدار کو "امامت کبریٰ" اور خلافت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ امیر المومنین خلیفہ وقت، سب کے سامنے ظاہر اور صاحب اقتدار ہوتا ہے۔ اہل سنت والجماعت حضور ﷺ کے بعد امامت کا منصب اسی تصور کے بعد مانتے ہیں جسے خلافت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اہل سنت کے ہاں امام سے مراد دینی اور دنیاوی امور میں راہنمائی کرنے والا صالح انسان ہے، جو فسق وفجور سے اجتناب کرنے والا ہو۔ اہل سنت

کے ہاں امام کا صالح ہونا ضروری ہے۔فاسق کی امامت منعقد نہیں ہو گی۔ امام کے لیے صاحب قوت ہونا بھی ضروری ہے۔ابن ابی حاتم نے مفسر قرطبیؒ کا قول نقل کیا:

استدل جماعة من العلماء بهذه الآية على أن الإمام يكون من أهل العدل والإحسان والفضل مع القوة على القيام بذلك، وهو الذي أمر النبي صلى الله عليه وسلم ألا ينازعوا الأمر أهله على ما تقدم من القول فيه. فأما أهل الفسوق والجور والظلم فليسوا بأهل[48]

مولانا دریاآبادی لکھتے ہیں:

"رسول اللہ ﷺ کو خبر دی گئی کہ آپ کی نسل سے دو قسم کے لوگ ہوں گے، کچھ صالح اور مطیع اور کچھ ظالم اور نافرمان۔ صالحین کو امامت کی بشارت مل گئی اور ظالمین اس سے محروم رہیں گے۔ لفظ "عہدی" سے مراد منصب امامت و پیشوائی ہے۔البتہ آیت میں ظلم سے مراد "کفر" ہے . ظالم سے کفر مراد لینے کی تفسیر مدارک نے بھی کی ہے"[49]۔

امامت علی کے متعلق اہل سنت کا موقف

اہل تشیع کے ہاں حضرت علی کی امامت پر جن روایات سے استدلال کیا جاتا ہے، وہ سند کے اعتبار سے صحیح بھی ہیں اور حسن کے درجے پر ہیں۔ وہ تمام احادیث جن میں ان کے فضائل بیان کیے گئے ہیں، ان کی وجہ سے وہ امامت بلا فصل کے بھی مستحق ہیں۔ لیکن اہل تشیع کا طریقہ استدلال سطحی مغالطے کے سواء کچھ نہیں۔ جہاں تک حضرت علی کے فضائل کا تعلق ہے، تو خارجی ان کے منکر ہیں۔ مگر اہل سنت کے ہاں ان کا انکار نہیں کیا جاتا۔ اس لیے فضائل علی کے ثبوت میں کوئی اختلاف کا سوال نہیں۔ البتہ اہل سنت کے ہاں خلافت علی اپنے مقررہ وقت پر ہے حضرت علی شروع سے اس ذمہ داری کو نبھانے کی اہلیت رکھتے تھے[50]۔

اہل سنت کا موقف یہ ہے کہ حضور ﷺ کے دنیا سے رخصت ہونے کے بعد ہدایت علی الخلق کے لیے دو چیزیں کافی ہیں۔ کتاب اللہ اور سنت رسول۔ یہ دونوں قیامت تک راہنمائی کرتی رہیں گی۔ اللہ کے رسول نے ان کی اتباع کا حکم دیا ہے:

تَرَكْتُ فِيكُمْ أَمْرَيْنِ، لَنْ تَضِلُّوا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا: كِتَابَ اللَّهِ وَسُنَّةَ نَبِيِّهِ[51]

یہ دونوں چیزیں قیامت تک موجود رہیں گے۔

لہٰذا آپ کے بعد نہ کسی کو آپ کا مثل اور معصوم اور مفترض الطاعۃ ماننے کی ضرورت ہے نہ حاجت۔ ہاں ضروری ہے کہ ایسا شخص ہو جو آپ کا نائب بن کر دینی مہمات کو انجام دیتا رہے، جن کی انجام دہی بغیر شاہانہ اقتدار کے نہیں ہو سکتی۔ اس کا معصوم ہونا ضروری نہیں کیونکہ رسول کی طرح وہ دین کا ماخذ نہیں۔ قرآن وسنت کی پیروی جس طرح اور مسلمانوں پر

فرض ہے ، بالکل اسی طرح اس پر بھی ہے ۔ دین میں تغیر و تبدل کرنے کا اختیار اس کے پاس نہ ہے ۔ وہ نہ حلال کو حرام کر سکتا ہے اور نہ حرام کو حلال۔ اس کی اطاعت ان باتوں میں کی جائے گی ، جو قرآن و سنت کے خلاف نہ ہوں۔ [52]

اہل سنت کے ہاں امام کا تعین

اور ہم نے انہیں اپنے حکم سے رہنمائی کے لیے امام بنایا۔اہل سنت کے ہاں امام کا تقرر اسی طرح ہے ، جس طرح مقدیوں کے لیے امام کا تقرر۔ اگر امت کسی نالائق کو امام بنائے تو گناہ گار ہو گی، جس طرح مقتدی کسی نالائق کو امام بنالیں تو گناہ گار ہوں گے۔ اہل سنت کے ہاں علم اور تقویٰ کے حامل کسی بھی مجتہد شخصیت کو امام کہا جاتا ہے ۔ان کے ہاں امامت کسی بھی شرعی منصب کا نام نہیں اور نہ ہی امام کے کسی قول و عمل کے معصوم ہونے کا کوئی تصور ہے۔ مولانا کاندھلویؒ لکھتے ہیں :

" یہود و نصاریٰ کی خرابیاں بیان کرنے کے بعد حضور ﷺ کو حکم دیا گیا کہ ایسا نہ ہو آپ تبلیغ دین میں سعی بلیغ نہ کریں۔ کسی دشمن کے خوف اور اندیشہ سے یا لوگوں کی دل شکنی کے خیال سے ہمارے کسی حکم یا آیت کو ان کے سامنے نہ پڑھیں ۔ اللہ تعالیٰ آپ کا نگہبان اور حفاظت کا ذمہ دار ہے آپ بے خوف و خطر دین خداوندی کی تبلیغ کریں۔ اللہ تعالیٰ نے جب موسیٰ کو حکم دیا کہ تبلیغ کریں۔ وہ طبعی طور پر ان کو خوف دامن گیر ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اطمینان دلایا۔ اسی آیت میں حضور ﷺ کو بھی تبلیغ کا حکم دیا اور حفاظت کا اطمینان دلایا۔ اہل تشیع کے ہاں تبلیغ سے احکام دین کی تبلیغ نہیں بلکہ حضرت علی کی خلافت بلا فصل مراد ہے ۔اس بارے میں ایسی روایت بھی گھڑی گئی ہے کہ جب آپ حج سے واپسی پر غدیر خم میں ٹھہرے تو آیت نازل ہوئی اور آپ کو حکم ہوا کہ علی کی خلافت کا اعلان کر دے ۔آپ نے سب کو جمع کر کے خلافت کا اعلان کیا، حالانکہ یہ آیت غدیر خم سے پہلے نازل ہو چکی تھی "۔ [53]

ابن کثیر فرماتے ہیں :

وَاللهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ} فَأَخْرَجَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأْسَهُ مِنَ الْقُبَّةِ، فَقَالَ لَهُمْ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ انْصَرِفُوا فَقَدْ عَصَمَنِي اللهُ[54]

اور خدا تم کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا } تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر گنبد سے باہر نکالا اور ان سے فرمایا: لوگو! تم چلے جاو، اللہ تعالیٰ نے میری حفاظت فرمادی ہے۔

مولانا عبد الماجد دریا آبادیؒ لکھتے ہیں : آیت میں ان غالی اور ضلال کا رد کیا، جن کا عقیدہ یہ ہے کہ آپ نے نعوذ باللہ کسی خوف سے قرآن مجید ہم تک پورا نہیں پہنچایا۔ حقیقتًہ یہ مرتبہ رسالت سے گری ہوئی چیز ہے۔ حضور ﷺ سا عبد کامل بھی خوف سے کسی چیز کو چھپائے، حضرت عائشہ نے کیسی لطیف اور سچی بات کہی ہے کہ [55]:

«لو كان محمد صلّى الله عليه وسلّم كاتما شيئا من القرآن لكتم هذه الآية[56]

اگر آپ نے کوئی بھی جزء قرآن چھپایا ہوتا تو وہ یہی جزء ہوتا۔

بارہ نقباء کے متعلق مولانا ادریس کاندھلویؒ لکھتے ہیں :

"اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے عبادت پر قائم رہنے کے لیے توریت پر عہد لیا اور ان کی نگرانی کے لیے بارہ نقیب مقرر کیے۔ جن کا کام یہ تھا کہ وہ ان کے احوال کی نگرانی کریں۔ عہد خداوندی کی پورا کرنے کی تاکید کرتے رہیں۔ چونکہ بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے تھے۔ اس لیے موسیٰ علیہ السلام نے ہر قبیلے سے سردار مقرر کیا، جو قوم کا ذمہ دار ہو اور قوم کو اعداء اللہ سے جہاد و قتال پر آمادہ کرے۔ اسی طرح حضور ﷺ نے لیلۃ العقبۃ کے موقع پر صحابہ سے بیعت لی تو بارہ نقیب مقرر کیے۔ تین قبیلے اوس اور نو قبیلہ خزرج سے۔ یہ لوگ اپنی قوم کے عرفاء تھے۔ قوم کی طرف سے آپ کے دست پر سمع وطاعت کی بیعت کی۔ جابر بن سمرہ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: میری امت میں بارہ خلفا ہوں گے۔ بارہ ایسے نیک اور صالح ہوں گے، جو حق کو قائم کریں گے اور عدل وانصاف سے زمین کو بھر دیں گے۔ ان کے دور حکومت میں اسلام کو عزت حاصل ہوگی۔ لیکن یہ لازم نہیں کہ ان کا زمانہ مسلسل اور لگاتار ہو۔ ان میں چار خلفائے راشدین اور ایک عمر بن عبدالعزیز ہوں گے۔ ان میں ایک امام مہدی ہوں گے، جن کا ذکر حدیثوں میں آیا ہے۔ "[57]

اس آیت کے ضمن میں علامہ دریاآبادی لکھتے ہیں :

> آیت میں علامہ دریاآبادیؒ نے نہایت اختصار سے اپنا موقف بیان کیا ہے کہ قرآن مجید نے اس آیت میں بارہ افراد کے نقیب مقرر کیے جانے کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ البتہ وہ ان نقباء کے تسلسل کے قائل نہیں جیسا کہ ابن کثیر نے بھی یہی موقف پیش کیا ہے۔ گویا بارہ نقباء آئیں گے اور ان میں تسلسل کے ساتھ آنا جابر بن سمرہ کی روایت میں موجود نہیں[58]۔

علامہ وحیدالزمان کہتے ہیں: کہ ان خلیفوں کے تعین میں بڑا اختلاف ہے۔ امامیہ کے ہاں بارہ امام ہیں جبکہ اہل سنت کے ہاں پانچ خلفاء اور ایک امام مہدی کے علاوہ چھ کا تعین نہیں ہو سکا۔[59]

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ امامت ایسی چیز ہے، جس کی ہر شخص تمنا کر سکتا ہے بلکہ کرنا چاہیے۔ لہٰذا انھوں نے امام جعفر صادق سے روایت نقل کی۔ جس کے مطابق امام نے فرمایا اس آیت میں تحریف کی گئی ہے۔ اصل آیت اس طرح تھی اللہ سے ان لوگوں نے بڑا سوال کیا کہ انھیں متقیوں کا امام بنادے۔ ان سے پوچھا گیا کہ اے فرزند رسول اللہ یہ آیت کس طرح نازل ہوئی تھی۔ انھوں نے کہا "واجعل لنا من المتقین اماما"[60]۔

سورۃ القصص میں ارشاد باری تعالیٰ ہے :

> ﴿ وَنُرِيدُ أَن نَّمُنَّ عَلَى ٱلَّذِينَ ٱسۡتُضۡعِفُواْ فِي ٱلۡأَرۡضِ وَنَجۡعَلَهُمۡ أَئِمَّةٗ وَنَجۡعَلَهُمُ ٱلۡوَٰرِثِينَ ﴾ [61]
>
> اور ہم نے ان لوگوں پر احسان کرنا چاہا جو زمین میں کمزور سمجھے گئے تھے اور ان کو امام بنائیں اور ان کو وارث بنائیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کا تذکرہ کرتے ہے فرمایا کہ وہ کمزور تھے۔ ہم نے چاہا کہ انھیں امام بنادیں۔ آیت میں امامت مطلقاً پیشوائی کے لیے ہے۔ اس سے مراد بادشاہت ہے۔ قرآن مجید میں دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿ وَجَعَلْنَٰهُمْ أَئِمَّةً يَدْعُونَ إِلَى ٱلنَّارِ ۖ وَيَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ لَا يُنصَرُونَ ﴾ [62]

اور ہم نے انہیں جہنم کی طرف بلانے والا امام بنایا اور قیامت کے دن ان کی مدد نہ کی جائے گی۔

اس آیت میں امام کو کتنے برے معنٰی میں استعمال کیا گیا۔ آیت میں فرعون کی آل کو امام کہا گیا ہے۔ جہاں تک اس سوال کا تعلق ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے نبوت ملنے کے بعد امامت کی درخواست کی۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ:

اس خطاب کا ابراہیم علیہ السلام سے بعد از نبوت ہونا ثابت نہیں۔ امامت سے نبوت کے سواء کسی اور مرتبہ کا مراد لینا بے دلیل ہے۔ آیت کا صاف مطلب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم جب امتحان میں کامیاب ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم تمہیں مرتبہ نبوت عطا کرنا چاہتے ہیں۔ شاہ ولی اللہ دہلویؒ لکھتے ہیں:

> "امام کے معنٰی پیشوا کے ہیں، نبی ہو یا خلیفہ۔ اس جگہ بلاشک نبی مراد ہے۔ ابراہیم کو ان کے لیے نبی بنایا اور مبعوث کیا۔ ابراہیم علیہ السلام نے سوال کیا کہ اے اللہ میری اولاد سے کچھ لوگوں کو نبی بنا۔ حق تعالیٰ نے فرمایا: میری نبوت ظالموں کو نہیں مل سکتی۔ اگر بالفرض والمحال یہ مان لیا جائے کہ خطاب بعد نبوت کا ہے۔ تو امامت سے مراد یہ ہوگی کہ ابراہیم کو سلطنت اور بادشاہت کا وعدہ کیا گیا۔ پھر انھیں ملک فلسطین کی حکومت بھی عطا فرمائی"۔[63]

معالم التنزیل میں بغوی نے امامت ابراہیم کا معنٰی یہ لکھا کہ اس کے بعد جتنے انبیاء آئے، ان کی اولاد سے آئے ہیں۔ ان کی ملت کے تابع رہے۔ یہاں تک کہ خاتم الانبیاء مبعوث ہوئے تو ملت ابراہیمی پر۔ بہر حال مخالفین کی اصطلاحی امامت اس آیت سے کسی طرح ثابت نہیں ہوتی۔ مخالفین کا یہ کہنا کہ غیر ظالم اسے کہتے ہیں جس نے کوئی گناہ نہ کیا ہو، غلط اور شریعت کے خلاف ہے۔ دین میں قطعی طور پر ثابت ہے کہ گناہ کے بعد اگر توبہ کی جائے تو گناہ معاف ہو جاتا ہے۔ بلکہ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے کہ وہ گناہ نیکی میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

خلاصہ بحث

1. اہل سنت اور اہل تشیع کے متکلمین علماء امامت کی لغوی واصطلاحی تعریف پر تقریباً متفق ہیں۔ یہ اتفاق صرف تعریف کی حد تک ہے، تاہم سنی شیعہ مکتبہ فکر میں پایا جانے والا اختلاف امام کی صفات، شرائط، امام کے تعین اور امام کے مصادیق اور اختیارات میں ہے۔
2. امامت اور خلافت کا موروثی نظریہ اہل سنت اور اہل تشیع میں پایا جاتا ہے۔ اہل سنت امامت کو شورائیت اور اہل تشیع نظریہ امامت کو وصائت سے ثابت کرتے ہیں۔ دونوں صورتوں میں امارت اور حکومت امامت کا حصہ قرار پاتی ہے۔ البتہ شیعت میں ولایت اور امامت کو امارت کی حیثیت سے امارت کو قبول کرنا واجب اور لازم ہے۔ اگر قبولیت نہ ہو

پھر بھی امامت ، خلافت کی ولایت باقی وثابت رہتی ہے ۔ جبکہ اہل سنت کے ہاں امارت وخلافت کا مفہوم ہی امارت وحکومت ہے ۔

3. اہل سنت اور اہل تشیع کے مابین فرق کا وجہ اصطلاحات کا جداگانہ تصور ہے ۔ علیحدہ مفاہیم کی وجہ سے فریقین کا علم حدیث ایک دوسرے سے مختلف ہو جاتا ہے ۔ اہل سنت کے ہاں حدیث اور سنت سے مراد حضور ﷺ کے اقوال ، افعال اور تقریر ہے ۔ جبکہ اہل تشیع کے ہاں حدیث اور سنت کا اطلاق حضرت محمد ﷺ ، ائمہ معصومین کے اقوال ، افعال اور تقریر پر ہوتا ہے ۔

4. اہل سنت کے ہاں خلیفہ کا تقرر عامۃ المسلمین پر واجب ہے جبکہ اہل تشیع کے ہاں سلسلہ امامت کا تعین اللہ پر واجب ہے ۔ سنت اور حدیث کی اصطلاح کا یہ فرق بنیادی اختلافی نقطہ ہے ۔ اس پر دونوں کا حدیثی ذخیرہ ایک دوسرے سے یکسر جدا ہو جاتا ہے ۔ اہل سنت کے ہاں صحابہ کی مرویات قابل قبول ہیں ۔ کیونکہ وہ صحابہ کرام کو عدول مانتے ہیں ۔ جبکہ اہل تشیع کے ہاں صرف ائمہ کے اقوال قبول کیے جاتے ہیں ۔

5. امامت کا تعین خدا کا معاملہ ہے اور اس کی تشخیص خدا کا وظیفہ نہیں ہے ۔ یہ کہنا نہایت پر کشش ، آسان اور خوبصورت ہے ، مگر اس کے نتائج نہایت خوفناک اور خطرناک ہیں ۔ ایک طرف اسے تکوینی مسئلہ کہا جاتا ہے اور دوسری جانب امامت کی تشخص کو ایک تشریعی اور اجتہادی مسئلہ سمجھا جاتا ہے ۔ ہر وہ مسئلہ جو تکوینی سے تشریعی میں تبدیل ہو جائے ، اس میں نص اور توقیف ہو ، تو وہ یقینی اور لازمی ہوتا ہے ۔ پھر اس کے وجود اور عدم وجود پر بحث اور اجتہاد نہیں ہو سکتا ۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حوالہ جات

[1] ۔ عراقی ، الشیخ محمد رضا المظفر (متوفی 1964) ، **عقائد الشیعہ الامامیہ** ، (لاہور : جامعہ تعلیمات اسلامیہ ، س ۔ ن) ، 65 ۔

Irāqī, Sheīkh Muhammad Rāẓa Al-Muẓaffar (M 1964), *Aqāid al Shīaḥ al amāmīaḥ* (Lahore: Jamia Talīmāt-e-Islamīyya), 65

[2] ۔ ابن منظور ، محمد بن مکرم ، **لسان العرب** (بیروت : دار صادر ، 1414ھ) ، 1:157 ۔

Ibn e Manẓūr,Muḥammad Bin Mukarram,*Lisān Al-ʿarab*(Baīrūt:Dār Ṣādar, 1414ھ.),1:157.

[3] ۔ البقرۃ 2:124

Al-Baqaḥraḥ, 2: 124.

[4] ۔ اصفہانی ، امام راغب ، **مفردات القرآن** (لاہور : اسلامی اکیڈمی ، س ن) ، 2:70 ۔

Aṣfahānī, Imā Rāghib, *Mufradāt Al-Qur'ān*(Lahore: Islamic Acadmī, SN), 2: 70.

[5] ۔ الإسراء ، 17:71 ۔

Al-'Isrā',17:71.

[6]۔عبد الماجد دریا آبادی، مولانا، **تفسیر ماجدی** (لکھنو: صدق فاونڈیشن، 2005)ج 1، ص 238

‘Abdul mājid Driā ābādī, Maulānā,*Tafsīr mājdī* (Lucknow: Sidaq Foundation, 2005) Part 1, p. 238

[7]۔الغطاء، محمد الحسن کاشف، **اصل الشیعہ واصولھا**، ص 65 تا 81۔

Al-Ghatta’, Muhammad al-Hasan Kāshif, Aṣal al Shi’a wā Uṣūluḥā, p. 65-81

[8]۔الغطا، آیت اللہ محمد الحسن آل کاشف، **اصل واصول الشیعہ**، (لاہور: البلاغ المبین اسلامی تحقیقاتی ادارہ)، ص 105

- Al-Ghatta, Ayatollah Muhammad al-Hassan Al-Kashef,*Aṣal wā Uṣūl al Shi’a* , (Lahore: Al-Balagh Al-Mubin Islamic Investigations Administration), p. 105

[9]۔ نجفی، شیخ محمد حسین، **اصول الشریعہ فی عقائد الشیعہ**، (سرگودھا: مکتبہ سبطین، س ن) ص 364

Najafi, Sheikh Muhammad Hussein, *Uṣūl al Sharīaḥ fī Aqāid Al Shīaḥ*, (Sargodha: Sabteen Library, SN), p. 364

[10]۔ قمی، علی ابن بابویہ، **اثبات الامامۃ**، ص 675

- Qomi, Ali Ibn Babawayh, Ithbab al-Imama, pg. 675

[11]۔البقرۃ 2:124

- Al-Baqarah 2: 124

[12]۔طباطبائی، محمد حسین، **المیزان فی تفسیر القرآن**، (ایران: دار الکتب الاسلامیہ، سوق سلطانی تہران)، ج 1، ص 270 تا 280

- Tabatabaei, Muhammad Hossein, *Al-Mizan Fī Tafsīr al Qur’an*, (Iran: Dar Al-Kutub Al-Islamiyyah, Soultani Market, Tehran), Part 1, pg. 270-280

[13]۔طباطبائی، محمد حسین، **المیزان فی تفسیر القرآن**، جلد 1، ص 277

- Tabatabaei, Muhammad Hussain, *Al-Mizan Fī Tafsīr al Qur’an*, Volume 1, p. 277

[14]۔الغطاء، **اصل واصول الشیعہ**، ص 99

Al-Ghatta,*Aṣal wā Uṣūl al Shi’a*, pg. 99

[15]۔ محمد رضا مظفر، **مکتب تشیع**، (لاہور: جامعہ تعلیمات اسلامیہ پاکستان) ص 95

- Muhammed Reza Muzaffar, *Maktab Shia*, (Lahore: Islamic Education University of Pakistan), pg. 95

[16]۔الغطا، **اصل واصول الشیعہ**، ص 105

Al-Ghatta,*Aṣal wā Uṣūl al Shi’a*, p. 105

[17]۔ سورۃ المائدہ 5:67

- Surah Al-Maidah 5:67

[18]۔الغطا، **اصل واصول الشیعہ**، ص 106

Al-Ghatta,*Aṣal wā Uṣūl al Shi’a*, p. 106

[19]۔حنبل، احمد بن محمد، **مسند الامام احمد بن حنبل**، (الناشر: مؤسسۃ الرسالۃ)، ج 36، ص 74، رقم الحدیث 19326

Hanbal, Ahmad bin Muhammad, *Musnad Imam Ahmad bin Hanbal*, (Publisher: Al-Risala Foundation), vol. 36, p. 74, Hadith No. 19326

[20]۔ سبحانی، آیت اللہ، آقائے جعفر، **عقائد امامیہ**، (لاہور: ادارہ منہاج الصالحین، طبع 2010) ص 17

- Subhani, Ayatollah, Aqa'a Ja'far, *Aqāid Imāmīaḥ*, (Lahore: Manhaj As-Salihin Administration, 2010 edition), pg. 17

[21]۔ شیرازی، آیت اللہ ناصر مکارم، **اصول عقائد**، (کراچی: محراب پریس، طبع 2021) ص 160

- Shirazi, Ayatollah Nasser Makarem, *Uṣūl aqāid,* (Karachi: Mihrab Press, printed 2021), pg. 160

[22]۔ سورۃ القصص 28:68

Surah Al-Qasas 28:68

[23]۔ الغطاء، **اصل واصول الشیعہ**، ص 115

Al-Ghatta,*Aṣal wā Uṣūl al Shi'a*, p. 115

[24]۔ الشیخ محمد رضا المظفر، **عقائد الامامیہ**، ص 64 تا 74

- Sheikh Muhammed Reda Al-Muzaffar, *Aqāid Al-Imāmīaḥ*, pp. 64-74

[25]۔ محمد بن مسعود بن عیاش، (متوفی 320ھ) **تفسیر عیاشی**، (تہران: چاپ مکتبہ الاسلامیہ، طبع 1380ھ) جلد 1، ص 14، تا 15

- Muhammed bin Masoud bin Ayash, (died in 320 AH) *Tafsīr Ayyāshī*, (Tehran: The Islamic Library Book, printed 1380 AH) Volume 1, pg. 14, V 15

[26]۔ سورۃ الفاطر 24:35

Surah al-Fatir 35:24

[27]۔ کلینی، محمد بن یعقوب، **اصول کافی**، (لبنان: موسسہ الاعلمی للمطبوعات، طبع 1377ھ) باب ان الارض لاتخلو من حجۃ، جلد 1، ص 136

Klini, Muhammad bin Yaqoub, *Uṣūl al Kafi*, (Lebanon: Al-Alamy Institute for Publications, edition 1377 AH), chapter that the land is not devoid of pilgrimage, volume 1, p. 136,

[28]۔ ثاقب اکبر، **پاکستان کے دینی مسالک**، (البصیرہ اسلام آباد، طبع 2010)، ص 252

- Saqib Akbar, *Pakistan k dīnī Masāli*, (Al Baṣiraḥ Islamabad, 2010 edition), p. 252

[29]۔ مجلسی، سید محمد باقر، حق الیقین، (لاہور: مجلس علمی اسلامی پاکستان، طبع س ن) ص 183

- Majlis, Syed Muhammad Baqer, *Haqq Yaqīn*, (Lahore: Islamic Scientific Council of Pakistan, printed SN), pg. 183

[30]۔ الشیخ محمد رضا مظفر، **عقائد الامامیہ**، ص 70

- Sheikh Muhammed Reza Muzaffar, *Aqāid Al-Imāmīaḥ*, pg. 70

[31]۔ خمینی، روح اللہ، **الحکومۃ الاسلامیہ**، (ایران: الحرکۃ الاسلامیہ فی ایران، طبع 1389ھ) ص 97

- Khomeini, Ruhullah, *Al Hakūmaḥ Islāmiaḥ*, (Iran: The Islamic Movement in Iran, printed 1389 AH), p. 97

[32]۔ سورۃ الفاتحہ 5:1

- Surah Al-Fatihah 1:5

[33]۔ مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو، **تفسیر عیاشی**، جلد 1، ص 24

Tafsīr Ayyāshī, Volume 1, p. 24

[34]۔ سورۃ الکھف 110:18

- Surah Al-Kahf 18:110

[35]۔ عمل صالح (نیک عمل): اپنے معنی میں یہ لفظ نہایت واضح ہے، مگر اس کے باوجود شیعہ علماء نے اس سے امام کی معرفت مراد لی ہے۔ جبکہ اہل سنت کے ہاں اس سے ظاہری معنی ہیں مراد ہیں۔ گویا عمل صالح وہ عمل ہوگا، جو اسلامی اور شرعی اصولوں کے مطابق ہو۔ وہ اصول توحید پر قائم رہے اور نیک عمل میں لگا رہے۔ ملاحظہ ہو: تفسیر ماجدی، ج 3، ص 168

Tafsīr mājdī, 3, p. 168

[36]۔ محمد بن مسعود بن عیاش، **تفسیر عیاشی**، ملاحظہ ہو، سورۃ کھف، آیت: 110

- Muhammad bin Masoud bin Ayash, Tafsīr Ayyāshī, verse: 110

[37]۔ یعقوب، احمد حسین، **نظریۃ عدالۃ الصحابہ**، (طبع تہران)، ص 77

- Yaqūb, Ahmed Hussein, *Naẓrīa adālaḥ al Ṣaḥabaḥ*, (Tehran Edition), p. 77

[38]۔ بخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری، **صحیح بخاری**، ج9، ص266

- Bukhari, Abu Abdullah Muhammad bin Ismail Bukhari, *Sahih Bukhari*, part 9, pg. 266

[39]۔ سورۃ المائدہ 5:12

- Surah Al-Maīdah 5:12

[40]۔ عثمانی، علامہ، شبیر احمد، **تفسیر عثمانی**، (لاہور، مکتبہ مدینہ، اردو بازار لاہور) ص 140

- Othmani, Allama, Shabirahmad, *Tafsīr Uthmāni's* , (Lahore, Medina Library, Ardubazaar Lahore), pg. 140

[41]۔ رضا مظفر، **اصول الفقہ**، (طبع تہران)، ج2، ص55

Reza Muzaffar, *Uṣūl al-Figh* (Tehran Edition), Vol. 2, pg. 55.

[42]۔ حیدر، **نظریۃ السنۃ فی الفکر**، (الامام الشیعی، تہران)، ص24

- Haidar, *Naẓrīaḥ al Sunnah Fī al Fikar*, (Shiite Imam, Tehran), pg. 24

[43]۔ اعظمی، آقائے جعفر سبحانی، **عقائد امامیہ**، ص224

- Azami, Aqiqa Jaafar Sobhani *Aqāid Al-Imāmīaḥ*, p. 224

[44]۔ کاندھلوی، محمد ادریس، مولانا، **معارف القرآن**، (سندھ: مکتبہ المعارف، شہداد پور) ج1، ص 281

- Kandhlavi, Muhammad Idris, Mawlana, *Mārif al Qur'an*, (Sindh: Maktaba al-Ma'arif, Shahdadpur), Part 1, pg. 281

[45]۔ طبری، محمد بن جریر، **جامع البیان**، (لبنان: دار المعرفۃ، طبع 1989ھ) ج17، ص502

- Tabari, Muhammad bin Jarir, *Jami` al-Bayān*, (Lebanon: Dar al-Ma'rifah, printed 1989 AH) Part 17, p. 502

[46]۔ دریاآبادی، **تفسیر ماجدی**، (کراچی: تاج کمپنی، طبع 1952ء) ج3، ص61

Driā ābādī, Maulānā,*Tafsīr mājdī*, (Karachi: Taj Company, printed 1952) Part 3, p. 61

[47]۔ طبری، محمد بن جریر، **جامع البیان**، ج17، ص502

- Tabari, Muhammad bin Jarir, *Jami` al-Bayān*,, Part 17, p. 502

[48]۔ الرازی، ابو محمد عبد الرحمٰن بن محمد، ابن ابی حاتم (ت 327ھ)، **تفسیر القرآن العظیم لابن ابی حاتم**، (سعودیہ: مکتبۃ نزار مصطفیٰ الباز طبع، 1419ھ) ج11، ص76

Al-Razi, Abu Muhammad Abd al-Rahman bin Muhammad, Ibn Abi Hatim (d. 327 AH), *Tafsīr al qirān al aẓīm, Ibn Abi Hatim*, (Saudi Arabia: Nizar Mustafa Al-Baz Library, printed, 1419 AH), part 11, p. 76

[49]۔ دریاآبادی، **تفسیر ماجدی**، ج1، ص239

Driā ābādī, Maulānā,*Tafsīr mājdī*, part 1, pg. 239

[50]۔ عثمانی، محمود اشرف، مولانا، **عقیدہ امامت اور حدیث غدیر**، (لاہور: ادارہ اسلامیات لاہور، س ن)، 59

- Osmani, Mahmood Ashraf, Mawlana, *Aqeedah Imamat's aūr Hadith Ghadir*, (Lahore: Lahore Islamic Department, SN), 59.

[51]۔مالک بن انس، **الموطأ**، (لبنان: دارإحیاء التراث العربی، بیروت) رقم الحدیث 3، ج2، ص889

Malik bin Anas, *Al-Muwatta'* (Lebanon: Dar Ihya Al-Turath Al-Arabi, Beirut) Hadith No. 3, Part 2, p. 889

[52]۔ لکھنوی، عبدالشکور، مولانا، **تحفہ خلافت**، (جہلم: جامعہ حنفیّہ جہلم، طبع س،ن)، ص397

- Lakhnavi, Abd al-Shakur, Mawlana, Tuḥfah Khilāfah, (Jhelam: Hanafi Jhelum University, printed S, N), p. 397

[53]۔ کاندھلوی، محمدادریس، مولانا، **معارف القرآن**، ج2، ص551

- Kandhlavi, Muhammad Idris, Mawlana, *Mārif al Qur'an*, part 2, p. 551

[54]. ترمذی، ابوعیسی محمد بن عیسی الترمذی، **سنن ترمذی**، (لاہور: مکتبہ بیت السلام، طبع 2017ء)ج5، ص138، رقم الحدیث 3046

Tirmidhi, Abu Issa Muhammad bin Isa Al-Tirmidhi, *Sunan Tirmidhi*, (Lahore: House of Peace Library, 2017 edition) Part 5, pg. 138, Hadith No. 3046

[55]۔ دریاآبادی، **تفسیرماجدی**، ج1، ص944

Driā ābādī, Maulānā,*Tafsīr mājdī*, vol. 1, pg. 944

[56]۔زوحیلی، وھبہ، **التفسیرالمنیر**، (لبنان: دارالفکرالمعاصر، طبع 1991)ج6، ص261

Zouhaili, Wahba, *Al Tafsīr al munīr* (Lebanon: Dar Al-Fikr Al-Moaser, 1991 edition), Part 6, p. 261

[57]۔ کاندھلوی، محمدادریس، مولانا، **معارف القرآن**، ج2، ص465

- Kandhlavi, Muhammad Idris, Mawlana, *Mārif al Qur'an*, part 2, p. 465

[58]۔ دریاآبادی، **تفسیرماجدی**، ج1، ص872

Driā ābādī, Maulānā,*Tafsīr mājdī*, part 1, pg. 872.

[59]۔ وحیدالزمان، مولانا، **لغات الحدیث**، (ناشر: میر محمدی کتب خانہ کراچی، طبع 2005ء)، ص108

- Wahid al-Zaman, Mawlana, *Laghāt al Hadith*, (Publisher: Mirmohammadi Khan، Karachi Books, 2005 edition), p. 108

[60]۔ لکھنوی، عبدالشکور، مولانا، **تحفہ خلافت**، ص 402

- Lakhnavi, Abd al-Shakur, Mawlana, *Tuhfa Khilāfat*, pg. 402

[61]۔القصص 5:28

Al-Qasas 28:5

[62]۔القصص 41:28

Al-Qasas 28:41

[63]۔ لکھنوی، عبدالشکور، مولانا، **تحفہ خلافت**، ص408

Lakhnavi, Abd al-Shakur, Mawlana, *Tuhfa Khilāfat*, pg. 408